© rasailojaraid.com

بجناب عباد اللہ صاحب

حقیقت الروح اور اس کے خلود پر ایک نظر

حکمائے یونان وغیرہ کا علمی گروہ اس بات کا معترف ہے کہ روح ایک جوہر مجرد ہے۔ روح کے متعلق طبی تحقیقات کا نچوڑ یہ ہے کہ وہ بدن میں ایک بھاپ ہے جو اخلاط کی خلا سے پیدا ہوتی ہے جسے نسمہ یا روح حیوانی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی کی حیات ریز نفخو(ں) میں تدبیر غذا اور قوام بدن کی کل احساسات اور حرکات موجزن ہیں۔ یہی بھاپ روح ہے۔ اس کی رقت، سیلان اور صفائی پر قوائے بدن کی سلامتی ہے۔ اور اس کا تکدر و غفلت ضعف و اضمحلال کا موجب۔ یہ بھاپ جن اعضاء سے متعلق ہوتی ہے یا جہاں جہاں یہ بھاپ بنتی ہے اگر وہاں کوئی صدمہ پہنچے تو وہ بھاپ بگڑ جاتی ہے اور اس کے تمام متعلقہ عضو بیکار یا پریشان ہوجاتے ہیں۔ اسی بھاپ کی موجودگی کا نام زندگی اور اس کی فنا کا نام موت ہے۔ اس بھاپ کے سوا روح کی اور کوئی حقیقت نہیں۔ جس پر غور کرنے کی گنجائش ہو۔

طبی تحقیقات کی اس تعریف نے دنیا میں دہریت اور لامذہبیت کو بہت تقویت پہنچائی اسی تحقیقات کے زعم باطل پر یورپ نے روح کی علیحدہ ہستی سے انکار کر دیا۔ اسی تاثر کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تحت چکبست لکھنوی نے یہ شعر کہا ہے

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے انھیں اجزا کا پریشاں ہونا

رُوح کی حقیقت کیا ہے ؟ اس کے جواب میں افلاطون کہتا ہے کہ رُوح کی حقیقت معلوم کرنا محال ہے، کیونکہ عقل انسانی آج تک دنیا کی کسی ایک چیز کی حقیقت حتمہ دعویٰ کے ساتھ پیش نہیں کر سکی، وہ اپنے فلسفۂ رُوح میں لکھتا ہے :

"جہاں تک کہ مسئلہ روح کو علم طبیعات سے تعلق ہے (جو عقلی موشگافیوں کی مرہون منت ہے) وہاں تک اس کا کوئی صحیح نہیں دیا جا سکتا کیوں کہ اشیاء فانی کسی علم میں داخل نہیں۔ صرف علم اعیان ہی سب سے زیادہ یقینی علم ہے کیوں کہ علم طبیعات میں ہم کو صرف ممکنات پر قانع ہونا پڑتا ہے۔ اور ممکنات ناممکن ہیں، اس لئے لامحالہ مذہب کی طرف رجوع کرنا چاہیئے"۔

افلاطون روح کی تعریف کرتا ہوا کہتا ہے کہ رُوح عقل کا نام ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:

"خالق کے حکم پر ان معبودوں اور خاص کر زمین نے عضوی ہستیاں پیدا کیں، ان سب میں اشرف انسان تھا جس کے لئے دنیا کی تمام چیزیں پیدا کی گئیں انسان خلاصۂ کائنات ہے اس کی رُوح کو عقل عطا کی گئی"۔

افلاطون کی مراد روح سے یہاں "جسم ہوائی"[1] ہے۔ کیونکہ دیگر حکماء کی طرح وہ ایک بخار کو جو ترکیب عنصر سے پیدا ہوتا ہے رُوح کہتا ہے اس لئے اس نے روح کی دو[2] قسمیں کر دی ہیں، ایک رُوحِ عاقلہ" جس کو وہ قدیم مانتا ہے۔ اور دوسری "لا عاقلہ" جس کو وہ فانی تصور کرتا ہے۔ اول الذکر کا مسکن دماغ ٹھہراتا ہے اور دوسری کا مستقر صدر اور بطن۔

---

[1] حکماء کا خیال ہے کہ جسم حیوانی جو ترکیب عناصر کا نتیجہ ہے اور جس میں مختلف قسم کے اعضاء ہیں اس میں بھی ایک جسم سیال ہوائی موجود ہے جو حیوانات میں زندگی، ارادہ اور تہیج کا باعث ہے۔ اس کو بعضوں نے مطلق روح اور بعض نے نسمہ کے نام سے تعبیر کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ارسطو نے رُوح کی اس طرح تعریف کی ہے :

بانھا الاصل والصورۃ الاولی الجسم طبیعی ممتنع بحیاۃ بالقوۃ۔

"وہ (رُوح) اصل ہے اور جسمِ طبیعی کی پہلی صُورت ہے جس کی وجہ سے وہ قوت کے ذریعہ زندگی سے متمتع ہے"

اس نے رُوح کی تین[۱] قسمیں کی ہیں (۱) رُوحِ حاسہ یا حیوانیہ (۲) رُوحِ عاقلہ (۳) رُوح غاذیہ۔

ابن رشد نے بھی ارسطو کا مذہب اختیار کیا ہے۔ ڈیکارٹ صرف رُوح عاقلہ کا قائل ہے۔ فیثاغورث جو حضرت موسیٰؑ سے چھ سو سال پہلے مرا ہے اس کا خیال ہے کہ روح ایک وحدت[۱] وجود قائم بالذات ہے اور اس کا تعدد اس کی حرکت ذاتی سے ہے اور وہ ادراکِ محض ہے۔ مولانا شبلیؒ نے سوانح مولانا رومؒ میں ارسطو کی کتاب "اتولوجیا" کا حوالہ دیتے ہوئے فیثاغورث کا مذہب نقل کیا ہے :

---

[۱] رُوح واجب الوجود ہے یا ممکن الوجود؟ ویدک تحقیق یہ ہے کہ وہ واجب الوجود ہے، ازلی ہے اس کی صفت اور عادت (پرورش وغیرہ) ازلی اور ذاتی ہیں۔ یہ خیالات بالکل فلسفیانہ ہیں، مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔

سوال اٹھتا ہے کہ جب رُوح اپنی ذات کے اعتبار سے کامل ہوئی تو صفات میں کامل ہوگی یا ناقص؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو خدا اور روح میں ما بہ الامتیاز چیز کیا ہے؟ اور اگر جواب نفی میں ہے یعنی یہ کہ روح کی صفات بہ نسبت خدا کے ناقص ہیں جیسا کہ آریہ صاحبان کا عقیدہ ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب رُوح ان پر مرتبۂ ذات میں کامل ہے (کیونکہ وہ واجب الوجود ہے، یہی اس کے کمال ذاتی ہیں) تو مرتبۂ صفات میں نقصان کی کیا وجہ؟ کیونکہ کوئی ذات مقتضیٔ نقصان نہیں تو ضرور ہے کہ رُوح کی جملہ صفات بھی ذاتِ خداوندی کی طرح کامل ہوں اور رُوح کو اس کی ذات وصفات میں کامل ماننا شرک فی التوحید ہے چونکہ شرک فی التوحید عقلاً باطل ہے اس لیے رُوح کا واجب ہونا بھی باطل۔ بہرکیف اسلامی تحقیق یہ ہے کہ رُوح حادث اور مخلوق ہے اور اس کا حدوث یقینی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فان اصحاب فیثاغورث وصفوا النفس | فیثاغورث کے پیرو اس بات کے قائل ہیں
فقالوا انہا ایتلاف الاجرام کالایتلاف | کہ رُوح عناصر کی ترکیب کا نام ہے۔ عود
الکائن فی ارتاد العود ۔ | کے تاروں کی طرح۔

مولانا نے "نفس" کا ترجمہ "روح" کے ساتھ کیا ہے لیکن ہم نے فیثاغورث کا قول (جس کا تذکرہ اُوپر آچکا ہے) دائرۃ المعارف فرید وجدی سے نقل کیا ہے، بظاہر اس میں اور اُس میں تناقض معلوم ہوتا ہے۔ مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ فیثاغورث کے پیرو جس نفس کی تعریف کر رہے ہیں وہ بخار ہے جو جسم کی عنصری ترکیب سے پیدا ہوتا ہے اور وہ درّاک نہیں ہوتا گو اس میں ایک قسم کی وحدت ہوتی ہے لیکن وہ قائم بذاتہ نہیں ہوتا اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ روح حیوانی (نسمہ) کی تعریف کر رہے ہیں نہ کہ روح عاقلہ کی۔

ایک مشکل اور ہے کہ مولانا شبلی فیثاغورث کے اس قول کو اس امر کی تائید میں پیش کر رہے ہیں کہ حکماء طبیعین کے ساتھ فیثاغورث بھی اس امر کا قائل تھا کہ ترکیب عناصر سے جو بخار پیدا ہوتا ہے اس کا نام روح ہے۔ حالانکہ وہ بخار کو روح تسلیم نہیں کرتا۔ بلکہ وہ تو اس چیز کو روح کہتا ہے جو واحد قائم بذاتہ ہو اور نفس (یعنی روح حیوانی) اس صفت سے عاری ہے۔ غالباً نفس کا ترجمہ کرتے وقت مولانا نے غور نہیں فرمایا۔ سوانح مولانا روم سے وہ عبارت نقل کئے دیتے ہیں جس نے ہمیں خلجان میں ڈالا ہے۔ رُوح کے ماتحت یہ عبارت ہے:

> "رُوح کے متعلق اہل علم کی رائیں بہت مختلف ہیں، حکمائے طبیعیین اور جالینوس اور فیثاغورث کا یہ مذہب ہے کہ رُوح کوئی جداگانہ چیز نہیں بلکہ ترکیب عناصر سے جو خاص مزاج پیدا ہوتا ہے اس کا نام رُوح ہے" الخ
>
> صوفیاء اور حکمائے اسلام کا یہ مذہب ہے کہ
>
> "رُوح ایک جوہر مستقل ہے جو بدن سے بطور ایک آلہ کے کام لیتا ہے۔ اور بدن کے فنا ہوجانے سے اس کی ذات میں کوئی نقصان نہیں آتا۔ البتہ آلہ کے نہ ہونے سے جو کام وہ کرتا تھا وہ رک جاتا ہے"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حیوانات میں کوئی ایسی چیز ہے جو تعقّل کا باعث ہے اور ہم اسی کو رُوح کہتے ہیں۔
یہ واضح رہے کہ روح عین ادراک نہیں بلکہ ادراک اس کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور سب میں ممتاز صفت ہے۔ یہ مولانا روم کا خیال ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ ادراک میں فرقِ مراتب ہے، کسی کو زیادہ کسی کو کم۔ اس لئے جس کے پاس جیسا ادراک ہے اس کی رُوح اتنی ہی قوی ہے اور یہ بالکل یقینی بات ہے کیونکہ رُوح کے پاس اگر ذہنی دماغی آلات صحیح، تندرست اور قوی ہیں تو وہ زیادہ ادراک کرسکتی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ؂

جان چہ باشد باخبر از خیر و شر — شاد از احسان دگریاں از ضرر
اقتضائے جان چو اے دل آگہیست — ہر کہ آگہ تر بود جانش قوی ست

انسان اور حیوان میں رُوح ایک ہی جنس سے ہے کیونکہ رُوحِ حقیقی کا تعلق اس سیال ہوائی مادہ سے ہوتا ہے جس کو نسمہ یا بخار کہا جاتا ہے اور اس کا تعلق انسان اور حیوان میں تعقل اور ادراک پیدا کردیتا ہے۔ انسان اور حیوان کے بعض افعال ایسے ہیں جو آپس میں مشترک ہیں اور بعض ایسے کہ جو انسان ہی سے صادر ہوتے ہیں اور حیوانات سے نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رُوح فی نفسہٖ مدرک، ذی ارادہ اور مصدر افعال ہے لیکن اس کا مُدرک، ذی ارادہ اور مصدر افعال ہونا اس پر منحصر ہے کہ اس کا تعلق نسمہ سے ہو۔ اب یہ نسمہ جیسے جسم کا ہوگا اس جسم کی صورت نوعیہ کے موافق ویسے ہی افعال صادر ہوں گے۔ انسان کے دماغ کی ساخت جیسی ہوگی ویسی ہی اس کی ذہنیت اور تعقل ہوگا۔ انسان کے تمام اعضاء کی بناوٹ ہر دوسرے انسان سے مختلف ہے اس لئے بعض انسان عقلمند عالم اور بعض بیوقوف اور جاہل ہیں۔ اور پھر عقلاء میں بھی تفاوت موجود ہے غرض انسانی جسم کی مشین کے جیسے پرزے ہوتے ہیں ویسے ہی افعال اس سے صادر ہوتے ہیں۔

مختصر یہ کہ انسانوں اور حیوانوں کی رُوح ایک ہی جنس کی ہے مگر اس کے آلاتِ کار مختلف ہیں۔

رُوح کے متعلق فخر الدین رازیؒ، امام غزالیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے خیالات کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلاصہ درج ذیل ہے:

"روح جس کا دوسرا نام نفس ناطقہ ہے طبی روح کے علاوہ ایک دوسری جداگانہ چیز ہے، وہ ایک جوہر بسیط اور ناقابل انقسام شئے ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ ازلی اور واجب الوجود ہے، ادراک و تعقل اس کے اوصاف ہیں مگر چونکہ وہ کوئی حسی شئے نہیں اس لئے مثال دے کر سمجھانا مشکل ہے۔

اس روح کو روحِ حیوانی سے ایک خاص قسم کا نامعلوم تعلق ہے۔ ابتداءً اس روح کو روح حیوانی سے تعلق ہوتا ہے، پھر بدن سے کیونکہ بدن روح حیوانی سے مرکب ہے۔ گویا روحِ حیوانی سے عالم قدس کا ایک روزن ہے، جب روح حیوانی میں قابلیت اور استعداد پیدا ہوجاتی ہے تو روح بسیط کا اس پر نزول ہوتا ہے۔ تغیرات صرف جسم اور روح حیوانی پر عائد ہوتے ہیں۔ روح بسیط بہرحال اس سے مستثنیٰ رہتی ہے۔"

اب سوال یہ ہے کہ کیا روح جسم کی مفارقت کے بعد باقی رہتی ہے یا فنا ہوجاتی ہے؟ مضمون کے پہلے حصے میں روح کے متعلق مذہبی حقائق کو اس لئے پیش نہیں کیا گیا کہ دنیا کے تمام مذاہب روح کی حقیقت پر فلسفیانہ اندازی سے محترز رہے ہیں لیکن خلود روح کا مسئلہ مذہبی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن اس مسئلے پر بھی ہم حکماء قدیم کے خیالات پیش کریں گے۔

ہندوؤں کا خیال

قدیم ہندوؤں کا اعتقاد تھا کہ "روح "نفخۃ الٰہیہ" ہے۔ جب انسان مرجاتا ہے تو روح اک نورانی شفاف جسم میں چلی جاتی ہے جس کو زندہ آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ پھر وہ ملاء اعلیٰ کی طرف پرواز کرتی ہے"۔ یہ خیال اس خیال کے قریب ہے کہ

"روح کے لئے ایک مادّی غلاف ہے (نسمہ)، جو بے انتہا لطیف ہے اور جس پر فطرت کے تفرق و اتصال کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ وہ (نسمہ) تحلیل و ترکیب سے آزاد ہے اور روح اسی جسم میں عالم ثانی میں ہمیشہ زندہ رہے گی۔

اس خیال میں اور ہندوؤں کے پہلے خیال میں چنداں فرق نہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصریوں کا خیال

مسیحؑ سے پانچ ہزار سال پہلے مصریوں کا روح کے متعلق یہ خیال تھا کہ "روح کا ایک حالت سے دوسری لطیف حالت میں منتقل ہوجانے کا نام "موت" ہے۔ جب روح جسم مادی سے نکل جاتی ہے تو دوسرے لطیف اور پاکیزہ جسم کا لباس پہن لیتی ہے جو دنیوی لباس (جسم) سے افضل و اعلیٰ ہوتا ہے پھر اس پر مؤثرات عالم اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

چینیوں کا خیال

چینی تمام قوموں کے مقابلہ میں روح کی قدامت پر سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔

کنفیوسشس جو موسیٰؑ سے چھ سو سال پہلے ہوا ہے اس کی ولادت سے بھی بہت قبل چینیوں میں روح کی پرستش کا وجود تھا۔ رُوح کے متعلق کنفیوشش کا یہ خیال تھا کہ

"رُوح کے لئے ایک جسمانی غلاف ہے جو دنیاوی جسموں سے بالکل مختلف ہے، اور جس پر فنا کا اثر نہیں ہوسکتا۔"

وہ یہ بھی کہتا تھا کہ

"رُوحیں ہمارا ہر طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہیں اور ان کو یہ طاقت ہے کہ وہ ہم کو جسمانی مظاہر میں نظر بھی آسکیں۔"

مسلمان بھی اس امر کے قائل ہیں کہ ارواحِ لطیفہ (فرشتے) مادّی صورتوں میں جلوہ گر ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ ابن عربی اپنے مقدمہ فصوص الحکم میں لکھتے ہیں کہ

"عالم مثال میں جو چیزیں موجود ہیں یہ دنیا اس کا عکس اور ظل ہے۔ یہاں پر جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ عالمِ مثال میں پہلے ہو چکتا ہے۔ خُداوند تعالیٰ جب دنیا میں ان صورتوں کو ظاہر کرنا چاہتا ہے جن کے نوع کی دنیا میں کوئی صورت موجود نہیں (مثلاً فرشتے کہ ان کی صورت نوعی پر دنیا کی کوئی مخلوق نہیں) تو ان کون صورتوں میں متشکل کر کے بھیجتا ہے جن میں اور ان میں کچھ مناسبت ہو، جیسے جبرئیل علیہ السلام حضرت دحیۃ الکلبی اور دوسرے اعرابی کی شکل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوئے اور سوالات کئے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمارا ذاتی خیال ہے کہ ارواحِ عالیہ ہی متشکل ہو سکتی ہیں نہ کہ ارواح انسانیہ بعد الموت متشکل ہو کر دنیائے مادی میں آسکتی ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ چینی ارواح عالیہ کا متشکل ہونا مانتے تھے یا ارواحِ انسانیہ کا۔"

ایرانیوں کا خیال

زرتشت کی اس بارے میں تعلیم یہ ہے کہ

"رُوحِ ازلی (خدا) کے علاوہ دو روحیں اور ہیں جس میں سے ایک کا نام "یزدان" اور دوسرے کا "اہرمن" ہے اور آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ یزدان کا کام ایجاد اور تخلیق ہے اور اھرمن کا فنا و تخریب۔ یزدان اور اہرمن میں ہمیشہ کشمکش رہتی ہے۔ پھر یزدان کے ماتحت بہت سی روحیں ہیں جو اس کو ایجاد اور تخلیق میں امداد دیتی ہیں۔ اور یزدان کی پیدا کی ہوئی مخلوقات کا تحفظ بھی کرتی ہیں (ان معاون ارواح کا وجود یزدان کے وجود سے مؤخر ہے) حتیٰ کہ ہر انسان کے ساتھ رُوح محافظ ضرور رہتی ہے۔ ان ارواح محافظ کا کام اہرمن کی فرستادہ شریر روحوں کی مدافعت کرنا بھی ہے۔ جو کہ یزدان کے افساد عمل کے واسطے آتی ہیں۔ جب انسان مرجاتا ہے تو رُوحِ محافظ آسمان پر چلی جاتی ہے تاکہ استقبال ابدی سے متمتع ہو۔"

ایرانیوں نے روح کے مسئلے پر گہری روشنی نہیں ڈالی۔ محض روح کی تقسیم کردی اور کائنات سے بکارکنوں کا یقین پیش کیا۔ انھوں نے نہیں بتایا کہ رُوحِ حافظ کے علاوہ جسم میں کوئی اور رُوح بھی ہے یا نہیں، اور وہ موت کے وقت کہاں چلی جاتی ہے بہرحال یہ طے ہے کہ وہ رُوح کے معتقد ضرور تھے۔ زرتشت کی ولادت سے پہلے بھی وہ روح کو مانتے تھے۔ مسلمانوں کا خیال فرشتوں کے متعلق ایرانیوں سے ملتا ہوا ہے مسلمانوں کا بھی یہ خیال ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ اس کی حفاظت کے لئے موجود ہے تاکہ وہ اسے شیاطین کے حملوں سے بچائے۔

یُونانیوں کا خیال

قدیم یونانی رُوح اور اس کے وجود کے معتقد تھے۔ یونانی بھی اس امر کے مُعتقد ہیں کہ ہر انسان کے واسطے ایک رُوح ہے جو اس کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حفاظت کرتی ہے اور جس میں انسان کی شخصیت معنوی مثلیث پیدا ہوجاتی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ عام لوگوں کے لئے ارواح عام محافظ ہوتی ہیں لیکن عقلاء اور دیگر معزز لوگوں کی ارواح عالیہ محافظ ہوا کرتی ہے۔

ارسطاطالیس جو ساڑھے چھ سو ۶۵۰ سال قبل مسیحؑ ہوا ہے، وہ کہتا ہے کہ

"عالم ارواح اور شیاطین سے بھرا ہوا ہے جو ہمارے آگے پیچھے دائیں بائیں حرکت کرتی رہتی ہیں اور ہمیں نظر نہیں آتیں حالانکہ وہ ہمارا مشاہدہ کرتی رہتی ہے۔"

سقراط اور اس کے ہمخیالوں کی رائے ہے کہ

"انسان اور خدا کے درمیان ایک لمبی مسافت ہے اس وجہ سے عالم ناسوت ارواح متوسط سے بھرا ہوا ہے۔ بایں خیال کہ یہ ارواح انسانی جماعتوں اور افراد کی حفاظت کیا کریں اور غیب سے انسانوں کے پاس وحی لایا کریں۔"

سقراط کا خیال تھا کہ رُوح جسم کی تخلیق سے پہلے موجود تھی اور ازلی عرفان سے متمتع تھی لیکن جیسے ہی اس کا جسم سے تعلق ہوا وہ سب کچھ بھول گئی۔ جسم میں داخل ہونے کے بعد وہ خاص خاص باتیں زندگی کی ضروریات اور ماحول کے تاثر سے سیکھ لیتی ہے اور اس کو جزئیات میں استعمالِ عقل و فکر بھی آجاتا ہے لیکن علوم نظری جو سیکھتی ہے وہ اس کا بھولا ہوا سبق ہوتا ہے جو یاد آجاتا ہے۔ جسم کی موت کے بعد وہ پھر اپنی پہلی حالت کی طرف رجوع کرلیتی ہے جس میں وہ پہلے تھی۔ اب یا تو عذاب میں مبتلا ہوجاتی ہے یا جنت میں آرام کرتی ہے، یہ اس کے اعمال پر منحصر ہے۔

وہ یہ بھی کہتا ہے کہ ہر رُوح کے لئے ایک روح حافظ ہے جو اس کی حفاظت کرتی ہے اور اس کو ایسی باتیں القاء کرتی ہے جو اس کے واسطے مفید زندگی ہوں — وہ کہا کرتا تھا کہ یہ ممکن ہے کہ زندہ انسان روحوں سے باتیں کرنے لگے، کیونکہ ارواح اس عالم میں موجود ہیں اس کے ثبوت میں وہ کہا کرتا تھا کہ

"ایک روح ہے جو مجھ سے باتیں کیا کرتی ہے، جو مجھ کو تمام اُمور میں نیک رائے دیتی ہے، میں اس کی آواز سن سکتا ہوں، میں اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہوں۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شری کرشن چندر جی مہاراج نے معرکۂ جنگ میں مہابلی ارجن کو خطاب کرتے ہوئے رُوح کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمائے ہیں وہ بھگوت گیتا میں اب تک مرقوم ہیں اس کا ماحصل صرف اتنا ہے کہ روح ایک ازلی ابدی اور ناقابلِ فنا شے ہے۔ تغیر اور انقلاب صرف مادہ پر ہوتا ہے، رُوح ٹوٹ سکتی ہے نہ کٹ سکتی ہے۔

رُوح اور قرآن

جب ظلمت کدۂ دنیا میں آفتاب اسلام کا طلوع ہوا اور اس کی ضیا ریز کرنیں سطحِ زمین پر چمکیں تو دورِ گزشتہ کا وہی پرانا ناقابلِ فہم سوال مشکوٰۃ نبوت کے سامنے پیش ہوا۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہ تاریخی سوال اس طرح درج ہے: وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ۔ —— اے گم گشتگانِ طریقِ ضلالت کے رہبر! لوگ آپ سے رُوح کے متعلق پوچھتے ہیں قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ ان سے کہہ دو کہ رُوح امرِ رب ہے۔

اس دو لفظی جواب نے گزشتہ صدیوں کے لاشۂ بے جان میں رُوح پھونک دی۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

(۱) رُوح کی حقیقت کیا ہے؟ (۲) رُوح خالق ہے یا مخلوق؟ (۳) روح حادث ہے یا قدیم؟ (۴) نسمہ کے علاوہ رُوح کی علیحدہ اور کوئی ہستی ہے یا نہیں؟

ان عقلی احتمالات کے جواب میں صرف قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ کہا گیا۔

دیکھنا یہ ہے کہ ان لفظوں میں سوال حل ہوا یا نہیں؟ پہلی صورت کو چھوڑ کر باقی تمام شقوں کا جواب اس موجود ہے۔ امر ربی سے معلوم ہوا کہ روح اشیاء ثابتہ میں سے ایک شے ہے، اس کا ایک مستقل بالذات وجود ہے، اسی کے پرتوِ وجود سے بازارِ ہستی کی رونق ہے، وہ نہ ہو تو جہان محض تودۂ خاک ہے۔ بایں ہمہ وہ مطلق العنان اور قابو سے باہر نہیں، بلکہ وہ مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے۔ اس کی ذات اور ذاتی صفتیں خود بخود نہیں بلکہ ایک قادرِ مطلق اور واہب الوجود، علیم و قدیر ذات قدسی صفات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے اثر فعل کا نتیجہ ہے۔ امرِ ربی اس بات پر بھی دال ہے کہ رُوح کثیف چیز نہیں بلکہ وہ ایک لطیف جوہر ہے۔ کیونکہ عالم میں دو قسم کی مخلوق پائی جاتی ہے (۱) عالمِ خلق (۲) عالمِ امر۔ عالمِ خلق مادّی اجسام کو کہتے ہیں اور عالمِ امر لطیف اجسام اور جواہر کو کہتے ہیں۔ انہیں جواہرات میں سے رُوح بھی ایک اعلیٰ جوہر ہے۔ مندرجۂ ذیل شعر میں خواجہ حافظ روحِ لطیف اور رُوحِ کثیف کی تفریق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

بنوش مے چو سبک روحی اے حریف مدام
علی الخصوص دراں دم کہ سر گراں داری

آخر میں یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ چونکہ انسان کی فطرت میں درک ماہیت کی استعداد ہی نہیں اس لئے حقیقت پرسی کا سوال ہی مافوق الفطرت ہے۔ اب اشیاء مادّی ہوں یا مجرّد، حسّی ہوں یا غیر حسّی، کسی چیز کی حقیقت معلوم کرنا فطرت انسانی کے دائرۂ امکان سے قطعاً خارج ہے، لیکن حقیقت فہمی کے انکار اور عجز سے اشیاء ثابتہ کا وجود اور ان کے افعال و اثرات کا معدوم ہونا لازم نہیں آتا۔

حاصل کلام یہ کہ روح ایک جوہر بسیط شئے ہے جو اپنے اندر ادراک و شعور رکھتی ہے۔ عالمِ ناسُوت میں وہ قفسِ عنصری کے اندر بند ہو کر پھڑپھڑاتی ہے۔ تاہم ادراک و شعور کی تابناک شعاعیں مادی جسم کی چادر سے چھن چھن کر کائنات عالم کے خاکی ذرّوں پر چمکتی ہے۔ ادراک و خیال کا بادپیما مرکب اس کے دست و بازو ہیں، وہ اپنی انانیت پر نہیں بلکہ ایک نادیدہ جمال یار کا مشتاق اور شیفتہ پروانہ ہے۔

© rasailojaraid.com